© rasailojaraid.com

جدید عربی شاعری کا امام

محمود سامی البارودی

(۱۸۳۸ء ــــــــــ ۱۹۰۴ء)

جناب مولوی مقتدیٰ حسن صاحب اعظمی۔ ایم، اے الازہر یونیورسٹی۔ قاہرہ

عربی شاعری نے اپنی ابتدائی زندگی سے انیسویں صدی کے اوائل تک مختلف ادوار دیکھے ہیں، جاہلیت اور صدر اسلام کی شاعری کا نمایاں پہلو اس کی سادگی اور بے تکلفی تھا، یعنی شاعر گردوپیش کے کسی منظر یا واقعہ سے متاثر ہو کر اشعار میں اپنے دلی تاثر کا اظہار کیا کرتا تھا، الفاظ کی تزئین و آرائش اور کلام کے ظاہری محاسن کی طرف اس کی توجہ کم جاتی تھی، زبان پر پوری قدرت ہونے کے باعث جاہلی دور کا شاعر قلبی واردات کو سادگی کے ساتھ بیان کرتا تھا، اکثر اس کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ مختصر الفاظ میں اپنے مطلوب کو بیان کردے اور کلام حشو و زوائد سے آلودہ نہ ہو۔ اسی وجہ سے اس دور کی شاعری [illegible] اور عرب قوم کی صحیح تصویر ہمارے سامنے آجاتی ہے۔ دوسری صدی ہجری کے ناقدین نے جاہلی شاعری کی اسی خصوصیت کے پیش نظر کہا تھا کہ: الشعر دیوان العرب۔ یعنی شاعری عربوں کا دیوان اور تاریخنامہ ہے جس سے ان کی زندگی کی صحیح تصویر ہمارے سامنے آجاتی ہے۔ جاہلی دور کے شعراء کی پرداز خیال میں وہ بلندی نہیں تھی جو بعد کے شعراء میں پیدا ہوئی، وہ مفہوم کے پیچھے فکر کی گہرائیوں میں اُترنے کے بجائے اپنے شعور و احساس کی تصویر بے کم و کاست پیش کردیتے تھے، ان کے اشعار میں فلسفیانہ پیچیدگی اور منطقی الجھاؤ نہیں تھا، عربا کا یہ شعر ان کے سامنے تھا ؎

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان أحسن بیت أنت قائلہ   بیت یقال اذا أنشدتہ صدقا

یعنی: سب سے بہتر شعر وہ ہے جسے سنکر سننے والا کہدے کہ : سچ کہا۔ جاہلی دور کی شاعری کو پتھر کی اس مضبوط عمارت سے تشبیہ دی گئی ہے جو اپنی مضبوطی اور استحکام کے باوجود ہر طرح کی تزئین و آرائش سے بالکل خالی ہے اور اس کا حسن اس کی سادگی اور استحکام ہی میں مضمر ہے۔

پھر جب عرب مفتوحہ علاقوں میں پہونچے اور وہاں کی تہذیب و تمدن، نظام حکومت اور مروجہ علوم و فنون سے روشناس ہوئے تو ان تمام چیزوں کا اثر ان کی ذہنی و فکری صلاحیتوں پر بھی پڑا اور ان کی سادہ زندگی میں ایک عظیم انقلاب رونما ہوا، اس انقلاب کا پرتو عربی شاعری پر پڑنا ضروری تھا، چنانچہ شعرار کے خیال میں ندرت و لطافت آئی اور نئے خیالات کو اشعار کا جامہ پہنایا گیا، شعرار نے ان موضوعات پر بھی طبع آزمائی کی جن کو پہلے شعرار نے ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ اس دور میں عربی شاعری کا ڈھانچہ وہی تھا جسے جاہلی شعرار نے تیار کیا تھا، لیکن تہذیب و تمدن کے تقاضوں اور فلسفیانہ علوم کی اشاعت سے اس ڈھانچہ میں بڑی تبدیلیاں آگئیں۔ یہی زمانہ عربی شاعری کے شباب و ترقی کا زمانہ تھا۔

اس کے بعد جو شعرار آئے ان کے اندر فنی صلاحیتیں کم تھیں، قدمار کی طرح خیالات میں پختگی، زبان پر قدرت اور معنی آفرینی کا ملکہ چونکہ ان کے اندر نہیں تھا اس لئے انھوں نے اپنی ان کمزوریوں کی پردہ پوشی کے لئے محسناتِ شعریہ کا سہارا لیا اور شاعری کے بنیادی تقاضوں سے دور ہوتے گئے

جب عرب قوم پر دوسری قوموں کا تسلط ہوا تو ان کی زبان اور شاعری پر بھی اس کے اثرات مختلف ہوئے کیونکہ غیر ملکی حکمرانوں کا مطمح نظر قوم اور زبان کی ترقی و بہتری نہیں تھا، بلکہ وہ صرف یہ چاہتے تھے کہ اپنا اقتدار باقی رکھیں اور ان کا شاہی خزانہ بھرتا رہے، اس لئے یہ دور عربی زبان و شاعری کے حق میں بڑا نازک دور تھا، ہر شخص کی نگاہ کسی ایسے آدمی کی طرف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لگی ہوئی تھی جو عربی شاعری کو اس کے دور انحطاط سے نکال کر ترقی کی شاہراہ پر لگادے اور اس کے اندر پھر وہی قوت اور وہی حسن وجمال پیدا ہو جائے جس کا نمونہ جاہلی دور سے عباسی دور تک کی شاعری میں ملتا ہے۔ قدرت نے اس کام کے لئے مصر کے ایک فرزند محمود البارودی کو منتخب کیا جن کے حالات زندگی اور شاعرانہ صلاحیتوں کا جائزہ اس مقالہ میں لیا جائے گا۔

بارودی کا زمانہ ۱۷۹۸ء میں جب مصر پر نپولین کا حملہ ہوا تو مصری قوم اپنے طویل خواب غفلت سے بیدار ہوئی، ملک میں فرانسیسیوں کے داخلہ کے بعد اسے دنیاوی تمدن وترقی کو قریب سے دیکھنے کا موقعہ ملا۔ نپولین نے مصر آنے کے بعد تھیٹر ہال کھولے، فرانسیسیوں کی اولاد کی تعلیم کے لئے مدارس قائم کئے، کاغذ کے کارخانے، رصدگاہیں اور کھیل کود کے لئے مختلف کلب تعمیر کرائے، اخبارات جاری ہوئے اور لائبریریاں قائم کی گئیں، اسی طرح مصری سائنس اکیڈمی کی بنیاد ڈالی گئی جس کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ مصر میں علوم ومعارف اور تہذیب وتمدن کی ترویج کی جائے۔ اکیڈمی کے ساتھ ساتھ دوسرے ادارے بھی قائم کئے گئے اور ملک میں علم کی اشاعت پر کافی زور دیا گیا۔ بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ: مصر پر نپولین کا حملہ جنگی نہیں بلکہ علمی مہم کے ماتحت تھا[1]

فرانسیسی ذمہ داروں نے مصری قوم کو اپنے قریب لانے اور مصر میں جدید مغربی تہذیب کو فروغ دینے میں بڑی جدوجہد سے کام لیا اور ان کی کوشش کے اثرات ایک حد تک بار آور بھی ہوئے لیکن ۱۸۰۱ء میں جب وہ مصر چھوڑ کر گئے تو رفتہ رفتہ ان کی تہذیب وترقی کے اثرات کا رنگ بھی ہلکا ہوتا گیا، مگر یہ حقیقت ہے کہ اسی حملہ کے بعد مصریوں کے اندر یہ احساس پیدا ہوا کہ ہم دنیاوی میدان میں بہت پیچھے ہیں اور دوسری قومیں ترقی کی دوڑ میں بہت آگے بڑھ چکی ہیں[2]۔

---

[1] محمد رفعت: تاریخ مصر السیاسی ج ۱ ص ۳۹۔ [2] شوقی ضیف: الأدب العربی المعاصر فی مصر، ص ۱۳۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نپولین نے مصر میں اپنے تین سالہ مختصر قیام کی مدت میں دفتری اور سرکاری امور کی اصلاح کی اور ملک کے داخلی مسائل کو منظم کیا[1] لیکن چونکہ اس کے کارندوں نے عوام پر ظلم وزیادتی شروع کردی اور ان کے حقوق کو پامال کرنے لگ گئے اس لئے مصری عوام ان سے بہت جلد بدظن اور متنفر ہو گئے اور فرانسیسیوں کے خلاف علم بغاوت بلند کردیا جس کے نتیجہ میں انھیں ملک چھوڑنا پڑا۔ مصریوں نے نپولین کے جانے کے بعد اسی کے طرز پر ملک کے داخلی مسائل کی اصلاح شروع کی اور ترقی کے لئے جدوجہد کی بنیاد پڑی۔ انگریز مؤرخ الگوڈ (Elgood) کا بیان ہے کہ: مصر پر فرانسیسیوں کی آمد کے اثرات ناقابل محو ہیں، حکومت کے نظام پر پوری طرح فرانسیسی نظام کی چھاپ ہے، مصر کے تعلیم یافتہ طبقہ کا انداز فکر بھی فرانسیسیوں جیسا ہے[2]۔

۱۸۰۵ء میں مصری حکومت کی باگ ڈور جب محمد علی کے ہاتھ میں آئی تو اس نے ملک کی ترقی کے لئے بہت سے اہم اقدامات کئے جن میں ملیٹری کالج، ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کے لئے اسکول ومدارس کا قیام اور تعلیمی وفود کو بیرون ملک بھیجنے کی کوششیں قابل ذکر ہیں۔

محمد علی نے اپنے دور حکومت میں عربی ادب پر زیادہ توجہ مبذول نہیں کی بلکہ اس نے صرف فوجی نقطۂ نظر سے اپنے آپ کو مضبوط بنایا تاکہ اس کا اقتدار واختیار محفوظ رہے، لیکن اس کے دور میں جو جنگی ترقیاں ہوئیں آگے چل کر انھیں کو ادبی ترقی کی بنیاد بنایا گیا، چنانچہ محمد علی کے دور میں جن کتابوں کا ترجمہ ہوا اور بیرون ملک سے تعلیم حاصل کر کے جو وفود مصر آئے انھوں نے مصری عوام وخواص میں ایک نئی روح پھونک دی اور انھیں سوچنے کا ایک نیا ڈھنگ عطا کیا۔ اس دور میں اگرچہ سرکاری زبان ترکی تھی لیکن اس کے باوجود عربی زبان کی ترقی کی ابتدا اسی دور میں ہوئی اور کتابوں کے ترجمہ سے ایک نئی زندگی پیدا ہوئی[3]۔

---

[1] شوقی ضیف: الأدب العربي المعاصر فی مصر، ص ۱۲۔ [2] The Transit of Egypt

[3] عمر الدسوقی: فی الادب الحدیث ج ۱ ص ۴۴۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

محمد علی کے بعد ۱۸۶۳ء میں اس کا پوتا اسماعیل پاشا مصر کے تخت شاہی پر بیٹھا، اس نے اپنے دور میں بہت سے اہم کام انجام دیئے، اس دور میں سیاسی اور سماجی خرابیاں ضرور تھیں لیکن عربی ادب کی موجودہ ترقی کی بنیاد اسماعیل ہی کے دور میں رکھی گئی اور اسی وقت ادبی تحریک نے اپنے بال و پر پیدا کئے۔ اسماعیل پاشا نے اپنے عہد میں بہت سے مدارس قائم کئے، ۱۸۷۱ء میں علی مبارک کے مشورہ سے مدرسہ دارالعلوم قائم کیا گیا جس نے نئے انداز سے دین وادب کی خدمت وترقی کا کام شروع کیا، ۱۸۷۳ء میں لڑکیوں کا بھی ایک مدرسہ قائم کیا گیا جو ملک میں عورتوں کی تعلیم کا پہلا ادارہ تھا۔

طباعت، ترجمے اور تالیف کا سلسلہ بھی اسماعیل کے دور میں کافی ترقی پر تھا، اسی دور میں عربی کی مشہور کتابیں مثلاً: المثل السائر، الأغانی، تاریخ ابن خلدون ومقدمتہ، العقد الفرید، فقہ اللغۃ، وفیات الأعیان، احیاء العلوم، تفسیر الرازی، شرح القسطلانی، حیاۃ الحیوان، نفح الطیب، قانون ابن سیناء اور تذکرۂ داؤد وغیرہ جیسی شہرۂ آفاق کتابیں طبع ہوئیں۔

اسماعیل کے دور میں شعراء اور ادیبوں کا ایک گروہ ایسا تھا جس پر تقلیدی رنگ غالب تھا اور وہ جو کچھ کہتا یا لکھتا تھا اس میں اس کی شخصیت یا اس کے فن کی کوئی جھلک نظر نہیں آتی تھی۔ اس کے برخلاف ایک گروہ ایسا بھی تھا جس کی تحریر میں جان اور اسلوب میں قوت تھی، پہلے کے باکمال ادباء اور شعراء کو اس نے اپنے سامنے رکھا اور ان کے نقش قدم پر چل کر ادب میں ایک نئی روح پھونکی، یہ صحیح ہے کہ اس طبقہ کے کلام میں متقدمین شعراء کے کلام کا حسن وجمال نہیں پیدا ہو سکا لیکن پھر بھی اس طبقہ کی شاعری اور نثر نگاری ان عیوب سے پاک تھی جن میں اس دور کے دوسرے شعراء اور ادباء ملوث تھے، دور جدید کی عربی شاعری میں نئی روح پھونکنے والے شعراء میں سب سے زیادہ نمایاں حیثیت محمود البارودی کی ہے جس کے ہاتھوں عربی شاعری کو ایک نیا موڑ ملا، صنائع وبدائع پر مشتمل پر تکلف اور بے جان اسلوب میں ایک نئی زندگی پیدا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوئی، ایسا محسوس ہونے لگا کہ شعر کے اندر قلب وشعور کو غذا دینے کی صلاحیت پھر سے عود کر آئی ہے[1]۔

حالاتِ زندگی | پورا نام محمود سامی البارودی ہے، ۱۸۳۸ء میں البحیرۃ نامی ضلع کے ایک گاؤں ایتائی البارود میں پیدا ہوئے اور اسی کی طرف نسبت کرتے ہوئے البارودی کہلائے[2]۔ ایک معزز جرکس خاندان سے آپ کا تعلق ہے جس کا سلسلۂ نسب ممالیک (خاندانِ غلامان) سے ملتا ہے جو ۱۲۵۲ء سے ۱۵۱۷ء تک مصر پر حاکم تھے۔ البارودی اپنے اس نسب پر فخر کرتے ہوئے کہتے ہیں ؎

انا من معشر کرام علی الدھ ۔۔۔ ر افادوہ عزۃ وصلاحا
عمروا الأرض مدۃ ثم زالوا ۔۔۔ مثلما زالت القرون اجتیاحا

یعنی: میرا تعلق ایسی جماعت سے ہے جس نے زمانہ کو عزت وسدھار عطا کیا۔ اس جماعت کے افراد نے زمین کو ایک عرصہ تک آباد رکھا پھر زمانہ کی طرح وہ بھی گذر گئے۔

سات سال کی عمر میں آپ کے والد کا انتقال ہوگیا، ابتدائی تعلیم گھر ہی پر حاصل کی، بارہ سال کی عمر میں خاندانی دستور کے مطابق ملیٹری کالج میں داخل ہوئے اور سولہ سال کی عمر میں ۱۸۵۴ء میں کالج کی تعلیم سے فارغ ہوئے۔ طبیعت کی بہادری اور شباب کا تقاضہ تھا کہ فوج میں ملازمت کرکے آبا و اجداد کا نام روشن کریں، لیکن ملازمت نہیں مل سکی، اپنے جذبات کی تسکین کے لئے .... انھوں نے قدما کی کتابوں کا مطالعہ شروع کیا جس سے آپ کی شاعرانہ صلاحیتیں بیدار ہوئیں رزمیہ کلام اور شجاعت وبہادری کی داستانوں پر مشتمل عربی ادب کے سرمایہ سے آپ کو بہت دل چسپی تھی، آپ نے ممتاز عرب شعراء کے کلام کو سامنے رکھکر شعر کہنا شروع کیا اور اس میں پوری طرح کامیابی حاصل کی۔

---

[1] عمر الدسوقی: فی الادب الحدیث ج ۱، ص ۱۴۳، [2] شوقی ضیف: الادب العربی المعاصر ص ۸۳،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ملازمت میں ناکامی کے بعد بارودی مصر سے دل برداشتہ ہو کر خلافت اسلامی کے مستقر آستانہ پہونچے اور وزارت خارجہ میں ملازم ہو گئے، یہاں کے دوران قیام میں آپ نے ترکی اور فارسی زبانوں پر عبور حاصل کر لیا اور ان زبانوں میں اشعار بھی کہے[1]۔

اسماعیل پاشا مصر سے آستانہ آیا تو واپسی میں بارودی کو بھی اپنے ساتھ مصر لے آیا، بارودی یہاں اس کے درباریوں میں شامل ہو گئے اور انھیں فوج میں ایک مناسب عہدہ پر سرفراز کر دیا گیا۔ جزیرۂ کریٹ میں جب اسماعیل پاشا کے خلاف بغاوت کی آگ بھڑکی تو اسے فرو کرنے کے لئے جو فوج بھیجی گئی اس میں بارودی بھی شریک تھے، جزیرہ کی فضا بارودی کو بہت پسند آئی، یہاں انھوں نے جزیرہ کے بارے میں اشعار کہے اور لڑائی کے مناظر قلمبند کئے۔

اسماعیل پاشا کو آپ پر بہت اعتماد تھا اس لئے اس نے بارودی کو اپنا سکریٹری مقرر کر لیا، ۱۸۷۸ء میں ترکی کے خلاف جب روس نے اعلان جنگ کیا تو اسماعیل پاشا نے خلیفہ کی مدد کے لئے فوج بھیجی جس میں بارودی بھی شریک تھے۔ لڑائی کے میدان اور گرد و پیش کے دوسرے مناظر نے آپ کی شاعرانہ قوت کو جلا بخشی اور آپ نے ان تمام مناظر کو اشعار میں قلمبند کیا۔

اسماعیل پاشا کے بعد جب اس کا بیٹا توفیق پاشا مصر کے تخت پر بیٹھا تو اس کے زمانے میں بارودی مختلف عہدوں پر فائز کئے گئے۔ اس دور میں حکومت کے خلاف جو بغاوت ہوئی اس میں بارودی بھی شریک تھے جس کی وجہ سے دوسرے لوگوں کے ساتھ انھیں بھی جلا وطن کیا گیا، لنکا میں آپ نے سترہ سال جلا وطنی کی زندگی بسر کی، وطن کے اشتیاق، پردیس کی زندگی اور احباب کی جدائی کے متعلق آپ نے اس مدت میں جو اشعار کہے ہیں وہ آپ کی شاعری کا بہترین نمونہ قرار دیئے جاتے ہیں۔ بارودی کی جلا وطنی ہی کے زمانہ میں ان کی لڑکی اور بیوی کا انتقال ہو گیا جس کا انھیں بہت صدمہ تھا۔ ۱۹۰۰ء میں ارباب حکومت نے جلا وطن

---

[1] شوقی ضیف: الادب العربی المعاصر ص ۸۳۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لوگوں کو واپس آنے کی اجازت دی تو سب لوگوں کے ساتھ بارودی بھی مصر واپس آئے اور اپنے ساتھ اشعار کا وہ وثیقہ بھی لائے جسے انھوں نے اس طویل مدت میں تیار کیا تھا اور جو ان کے احساس و خیالات کا سچا ترجمان تھا۔ مصر پہونچنے کے بعد بارودی نے اشعار پر نظرثانی کی اور انھیں مرتب کیا۔ دسمبر ۱۹۰۴ء میں آپ نے وفات پائی، رحمہ اللہ تعالی۔ وفات کے بعد آپ کی دوسری بیوی نے آپ کا دیوان شائع کر کے ادبی دنیا پر زبردست احسان کیا[1]۔

"مختارات البارودی" کے نام سے آپ نے عربی کے تیس[30] عمدہ شعراء کے کلام کا ایک انتخاب بھی کیا تھا جو آپ کے ذوق کی بلندی اور حسن انتخاب کی واضح مثال ہے۔

اخلاق و عادات: جدید عربی شاعری کا ہیرو ایک سپاہیانہ ماحول میں پھلا پھولا اور اس ماحول نے اس کے اخلاق و عادات پر گہرا اثر چھوڑا۔ جوانی کے زمانہ میں عزم و یقین اور عالی ہمتی کی جو خو پیدا ہوئی تھی وہ ہمیشہ باقی رہی[2]۔ اپنی ابتدائی زندگی میں لہو و لعب اور ناؤ نوش کے مشغلہ سے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے خود کہتے ہیں ؎

لهج بالحروب لا يالف الخفـ ـض ولا يصحب الفتاة الرداحا
مِسعر للوغى أخو غدوات تجعل الأرض ماتما وصياحا
لا يُرى عابثا على شيم الدهـ ـر، ولا عابثا ولا مزاحا
يفعل الفعلة التي تبهر النا س، وترنو لها العيون طماحا

یعنی: لڑائی پر فریفتہ اور ذلت سے ناآشنا ہے، تاریکی میں لڑکیوں کے ساتھ نہیں رہتا۔ لڑائی کو بھڑکاتا ہے، میدان جنگ میں اس کی آمد و رفت سے لوگ چیخ و پکار مچاتے ہیں اور ان میں صف ماتم بچھ جاتی ہے۔

زمانہ کے نامساعد حالات سے برافروختہ نہیں ہوتا اور نہ لغو و مزاح سے سروکار

---

[1] شوقی ضیف: الادب العربی المعاصر ص ۸۶، [2] النور الجندی: الشعر العربی المعاصر ص ۲۳،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رکھتا ہے۔

اس کے اعمال لوگوں کو تعجب میں ڈال دیتے ہیں، اور ان کی نگاہیں رشک سے اٹھنے لگتی ہیں۔

پھر آپ کی زندگی میں ایک نیا موڑ آیا یعنی جاہ و مرتبہ اور مال و دولت کے حصول کے بعد آپ نے وقار و وضعداری کی چادر اتار دی اور ناؤنوش کی زندگی بسر کرنے لگے، اب آپ کا یہ مذہب ہوگیا ؎

وانہ بما شئت قبل مندمۃ　　　یکثر فیہا العناء و الکمد

فلیس بعد الشباب مقترح　　　ولا وراء المشیب مفتقد

یعنی: رنج وغم سے بھرپور ندامت سے پہلے اپنی خواہش کے مطابق کھیل کود اور لہو ولعب میں حصہ لے لو

اس لئے کہ جوانی کے بعد کوئی خواہش اور بڑھاپے کے بعد کوئی جستجو باقی نہیں رہ جائے گی۔

اس کے باوجود آپ نے کبھی دین کو استخفاف وتحقیر کی نظر سے نہیں دیکھا۔

احباب کا پاس اور ان کے ساتھ اخلاق وکشادہ دلی کا معاملہ آپ کا امتیاز تھا، حوصلہ کی بلندی کا تذکرہ متعدد اشعار میں ملتا ہے، لکھتے ہیں ؎

ومن تکن العلیاء ھمۃ نفسہ　　　فکل الذی یلقاہ فیہا محبب

اذا أنا لم اعط المکارم حقہا　　　فلا عزنی خال ولا ضمنی أب

یعنی: جس شخص کا مقصد بلندی ہے اس کے نزدیک اس راہ کی ہر چیز محبوب ہے۔

مکارم اخلاق کا حق اگر میں خود نہ ادا کروں تو مجھے نہ تو ماموں کی طرف سے عزت ملے گی نہ باپ کی طرف سے۔

مال و دولت آپ کے نزدیک ذکر خیر اور حصول فضائل کا ذریعہ ہیں، اس کے خرچ پر زور دیتے ہوئے کہتے ہیں ؎

فلا تحسبن المال ینفع ربہ　　　اذا ھو لم تحمد قراہ العشائر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فقد یستجمع المال والمجد غائب — وقد لا یکون المال والمجد حاضر

ولو أن اسباب السیادة بالغنی — لکاثر رب الفضل بالمال تاجر

یعنی: مالدار کو مال سے کوئی فائدہ نہیں اگر لوگ اس کی مہمان نوازی کی تعریف نہ کریں۔
کبھی مال کی کثرت ہوتی ہے اور شرافت غائب، اور کبھی مال نہیں رہتا لیکن آدمی شریف و معزز مانا جاتا ہے۔
اگر سرداری مال کے سبب ہوتی تو مالدار ہمیشہ اصحاب فضل و کمال پر غالب رہتے۔
انسانوں کی دل جوئی، معاملہ کی نرمی اور حلم و بردباری کی طرف ان الفاظ میں توجہ دلاتے ہیں ؎

اذا شئت ان تحیا سعیدا فلا تکن — لذودا، ولا تدفع ید اللین بالقسر

ولا تحتقر ذا فاقة فلربما — لقیت به شهما یبذ علی المثری

یعنی: اگر تم سعادتمندی سے زندگی بسر کرنا چاہتے ہو تو جھگڑالو نہ بنو اور نرمی کا جواب سختی سے نہ دیا کرو۔
کسی فاقہ مست کو حقیر نہ سمجھو، ممکن ہے وہ فطانت و دانائی میں مالدار سے آگے ہو۔

تعلیم و تربیت | صدیوں کی مردہ عرب شاعری میں جان ڈالنے والے اس شاعر کی تعلیم و تربیت فوجی انداز پر ہوئی تھی، جب بارودی ملیٹری کالج سے تعلیم مکمل کر کے نکلے تو کسے خبر تھی کہ مصر کا یہ سپاہی تلوار سے زیادہ قلم سے کام لے گا اور فن سپہ گری کے بجائے میدان شعر و ادب میں اپنی طبیعت کے جوہر دکھائے گا۔ کالج کی فوجی تعلیم مکمل کرنے کے بعد بارودی نے شعر و ادب کی کتابوں کا مطالعہ پورے انہماک و اشتیاق سے شروع کیا۔ بارودی کے معاصر اور دوست شیخ المرصفی کا بیان ہے: بارودی نے اپنے طبعی میلان کے باعث سن شعور کو پہونچنے کے بعد شعراء کے دواوین کا مطالعہ شروع کیا، طبیعت کی جولانی اور ذہن کی تیزی کی بدولت بہت جلد آپ کو عربی زبان کے عمدہ اسالیب اور جملہ قواعد پر عبور حاصل ہو گیا، مشہور شعراء کے بے شمار اشعار یاد کر لئے اور اسی کے ساتھ ایک مجموعہ بھی مرتب کر ڈالا جس میں پسندیدہ شعراء کے اشعار جمع کئے، یہ انتخاب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آپ کی دقت نظر اور ادبی ذوق کی بلندی کا واضح نمونہ ہے۔[1]

بارودی کے اندر شاعری کی صلاحیت فطری تھی، آپ نے اس جوہر کو اپنے مطالعہ اور محنت سے مزید جلادی، عربی زبان کے علاوہ فارسی اور ترکی سے واقفیت کے بعد آپ کی فکر و نظر میں وسعت اور نکھار پیدا ہوا، اسی طرح جلاوطنی کے ایام میں آپ نے انگریزی زبان بھی سیکھی اور بعض کتابوں کا ترجمہ بھی کیا، ان تمام باتوں سے آپ کے تخیل میں بلندی اور شاعری میں زور پیدا ہوا۔

بارودی کی شاعری کو فروغ دینے میں زندگی کے طویل تجربات، گہرے مطالعہ اور ذہنی صلاحیت کے ساتھ ساتھ ان کے خاندان کا بھی دخل ہے، یوں سمجھئے کہ شاعری آپ کو ورثہ میں ملی تھی، کہتے ہیں ؎

انا فی الشعر عریق لم ارثہ عن کلالہ
کان ابراھیم خالی فیہ مشہور المقالہ

یعنی: شاعری ہمارے خاندان کا پرانا سرمایہ ہے، میں خاندان کا تنہا شاعر نہیں ہوں۔
میرے ماموں ابراہیم بھی اس میدان میں بڑی شہرت کے مالک تھے۔

شاعری | بارودی کی شاعری کے تعارف سے پہلے ہم شعر کے بارے میں ان کی رائے کا تذکرہ مناسب سمجھتے ہیں، بارودی نے اپنے دیوان کے مقدمہ میں شعر کی جو تعریف کی ہے اس سے کوئی واضح مفہوم متعین نہیں ہوتا، اشارہ وکنایہ کے اسلوب میں آپ نے جو بات کہی ہے اس سے شعر کی جامع ومانع تعریف اخذ کرنا مشکل ہے، آپ کی نظر میں شعر ایک ذہنی خیال ہے جس سے دل متاثر ہوتا ہے اور زبان اس کیفیت کو الفاظ کے ذریعہ بیان کرتی ہے، یہ خیال کسی حسین منظر کے دیکھنے یا رنج وغم کی قلبی واردات سے پیدا ہوتا ہے۔[2]

بارودی کی نظر میں عمدہ شعر وہ ہے جس میں تکلف، ذہنی الجھاؤ اور منطقیانہ قضایا کی بھرمار

---

[1] الشیخ المرصفی: الوسیلۃ الادبیۃ ص ۴۷۴، [2] النور الجندی: الشعر العربی المعاصر ص ۲۱،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہ ہوئے[1]۔ متنبی اور ابو تمام کے مقابلہ میں بحتری کو جن تنقید نگاروں نے "شاعر" کہا ہے وہ اسی خیال کے حامی ہیں کہ شعر میں منطق و فلسفہ کا استدلالی رنگ نہیں آنا چاہیئے۔

بارودی کے نزدیک شاعری کا مقصد یہ ہے: تھذیب النفوس وتادیب الأفہام وتنبیہ الخواطر الی مکارم الأخلاق، یعنی: نفوس انسانی کو مہذب بنانا، فہم و ذہن کو مشاق بنانا اور اعلیٰ اخلاقی قدروں کی طرف دل کو متوجہ کرنا۔

بارودی کی شاعری ہر طرح کی آورد اور تکلف سے پاک ہے، ان کے دیوان کا مطالعہ کیجئے تو اندازہ ہوگا کہ شاعر کے ذہن میں معانی کا ایک تسلسل ہے جیسے وہ الفاظ کے ذریعہ ادا کرتا جارہا ہے، نہ تو کہیں کسی طرح کا جھول اور نہ آورد کا کوئی شائبہ، ایک فطری شاعر کی یہی خصوصیت ہے۔ مصر کے مشہور نقاد و ادیب علامہ عباس العقاد رح لکھتے ہیں: عربی شاعری کو صناعی اور بیجا تکلف سے نکالکر فطری اور مناسب رنگ دینے میں بارودی کی کوششیں سب سے زیادہ نمایاں ہیں، ان کی شاعری جذبات کی صحیح ترجمان اور فنی لحاظ سے بیداغ ہے[2]۔

اپنی اسی امتیازی خصوصیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بارودی کہتے ہیں ؎

اقول بطبع لست احتاج بعدہ — الی المنھل المطروق والمنھج الوعر

اذا جاش طبعی فاض بالدر منطق — ولا عجب فالدر ینشأ فی البحر

یعنی: میں آمد پر شعر کہتا ہوں، نہ تو کسی کی تقلید پیش نظر ہوتی ہے اور نہ بہ تکلف شعر کی خواہش، جب طبیعت میں جوش پیدا ہوتا ہے تو زبان سے اشعار کے موتی جھڑنے لگتے ہیں، یہ تعجب کی بات نہیں کیونکہ موتی دریا ہی میں پیدا ہوتا ہے۔ یعنی میں معانی کا دریا ہوں۔

شاعری کو اوج کمال تک پہونچانے میں بارودی کی فطری صلاحیت اور مضبوط حافظہ کے ساتھ ساتھ ان کی مسلسل کاوش اور جدوجہد کا بھی بڑا دخل ہے، انھیں یہ یقین تھا کہ صرف

---

[1] انور الجندی: الشعر العربی المعاصر ص ۴۴، [2] عباس محمود العقاد: شعراء مصر وبیئاتھم فی الجیل الماضی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فطری صلاحیت سے شاعری میں وہ حسن نہیں پیدا ہو سکتا تھا جس سے ان کے اشعار کو دوام حاصل ہو، بلکہ اس کے لئے اشعار کی تہذیب و ترتیب اور ان پر نظر ثانی ضروری ہے۔"الوسیلۃ الادبیۃ" میں شیخ مرصفی نے جو اشعار نقل کئے ہیں ان کے اور دیوان کے اشعار کے درمیان جو اختلاف نظر آتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ بارودی نے اشعار کو ترمیم و اصلاح کے بعد دیوان میں شامل کیا اور "الوسیلۃ" میں مذکورہ اشعار پہلی ہی شکل میں باقی رہ گئے۔ چنانچہ الوسیلۃ میں ایک شعر ہے ؎

اقاموا زمانا ثم بدد شملھم　　　اخو نتکات بالکرام اسمہ الدھر

اور یہی شعر دیوان میں یوں مذکور ہے ؎

اقاموا زمانا ثم بدد شملھم　　　ملول من الایام شیمتہ الغدر

اس اختلاف سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بارودی اپنے اشعار پر نظر ثانی کرتے تھے اور حتی الامکان ان میں کسی طرح کا ضعف یا معانی میں پیچیدگی باقی نہیں چھوڑتے تھے۔

بارودی کی شاعری میں جہاں قدیم شعراء کا تتبع کیا گیا ہے وہیں پر اشعار کے ایسے نمونے بھی موجود ہیں جن میں ان کی شخصیت اور تجدد پسندی نمایاں ہے، شاعر کی واضح شخصیت اور فن کو سامنے لانے کے لئے ہم دونوں قسم کے اشعار کا تذکرہ ضروری سمجھتے ہیں

قدیم رنگ عباسی دور کے شعراء کی طرح بارودی کی شاعری بھی وصف، ہجو، مرثیہ، عتاب، فخر وغیرہ اصناف سخن میں محدود ہے، قدماء کی تقلید اور ان کی شاعری کے تتبع میں بارودی نے بعض اوقات بہت مبالغہ سے کام لیا ہے اور یہ بھول بیٹھے ہیں کہ وہ مصر میں ہیں، نجد و حجاز کی فضا اور ماحول ان سے بہت دور ہے، لکھتے ہیں ؎

یا سعد قل لی فانت ادری　　　متی دعان العقیق تبدد
اشتاق نجدا و ساکنیہ　　　واین منی الغداۃ نجد

یعنی: سعد بتاؤ، کیونکہ تم زیادہ جانتے ہو، وادی نجد کی پہاڑی کب نظر آئے گی؟

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں نجد اور اس کے باشندوں کا مشتاق ہوں، کیا ہم صبح نجد پہونچ جائیں گے ؟

جاہلی شعراء اکثر اپنے قصیدوں میں کھنڈرات اور محبوب کی قیام گاہ کا تذکرہ کرتے ہیں، بارودی نے اس صنف میں بھی ان کا تتبع کیا ہے اور بالکل اسی رنگ کے اشعار پیش کئے ہیں۔ بارودی کے متمدن دور میں کہاں کھنڈرات اور کہاں بدویانہ زندگی ؟ لیکن انھوں نے اپنی شاعرانہ طبیعت کو پرکھنے کی کوشش کی اور یہ اندازہ لگایا کہ وہ اس میدان میں کامیاب ہوسکتے ہیں یا نہیں ؟ بارودی کے اس نوعیت کے اشعار میں تکلف اور تصنع نمایاں ہے کیونکہ ان کے سامنے نہ تو کھنڈرات تھے اور نہ صحرا میں محبوبہ کی قیام گاہ کا نمونہ، لکھتے ہیں ؎

الاحی من اسماء رسم المنازل   وان هی لم ترجع بیانا لسائل

خلاء تعفتها الرواسم والتقت   علیها اهاضیب الغیوم الحوافل

فلأیاً عرفت الدار بعد ترسم   ارانی بها ما کان بالأمس شاغلی

غدت وهی مرعی للظباء وطالما   غنت وهی مأوی للحسان العقائل

یعنی : محبوبہ کے مکانات کے نشان اور ان کے نام زندہ ہیں، اگرچہ وہ سائل کی بات کا جواب نہ دیں۔

ویران جگہ ہے، ہوا نے اسے مٹادیا ہے اور اس پر پیہم سخت بارش برس چکی ہے۔

میں نے محبوبہ کے گھر کو بڑی دیر اور تامل کے بعد پہچانا، مجھے گھر اس چیز نے دکھایا جس نے پہلے مجھے فریفتہ بنایا تھا۔

اب وہ ہرنیوں کی چراگاہ ہے، حالانکہ ایک وقت میں خوبصورت عورتوں کا مسکن تھا۔

غزلیہ شاعری میں بارودی نے عورت کے حسن و جمال کا تذکرہ کرتے ہوئے بلا تکلف پرانی تشبیہات کا سہارا لیا ہے، عورت کو ہرن، ماہتاب اور نیل گاؤ سے، آنکھ کو شمشیر اور قد کو درخت کی لچکدار اور نرم و نازک شاخ سے تشبیہ دی ہے ؎

اذا نظرت او اقبلت او تهللت   فویل لمهاة الرمل والغصن والبدر

یعنی : نیل گاؤ کی طرح دیکھتی ہے، شاخ کی طرح بل کھاتی ہوئی چلتی ہے اور ماہ کامل کی طرح مسکراتی ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عورت ہی کے بارے میں ان کا ایک دوسرا شعر ہے ؎

کالورد خدا والبنفسج طرۃ والغصن قدا والغزالۃ ملفتا

یعنی: رخسار گلاب کے مانند، پیشانی بنفشہ جیسی، قد ٹہنی کی طرح اور نگاہ ہرنیوں کے مشابہ ہے۔

بارودی نے جس طرح نامور جاہلی شعراء کی تقلید کی ہے اسی طرح دورِ انحطاط کے شعراء کا تتبع بھی کیا ہے اور شعر سے تاریخ نکالی ہے، لیکن ایسے اشعار ان کے دیوان میں بہت کم ہیں۔ ترکی کے دار الخلافۃ سے اسماعیل پاشا کی واپسی کی تاریخ ۱۲۸۹ھ میں یہ اشعار ملتے ہیں ؎

رجع الخدیو لمصرہ وانت طلائع نصرہ

وتھللت بقدومہ فرحا اسرۃ عصرہ

فلتبتہج اوطانہ بحلولہ فی قصرہ

ولیشتھر تاریخہ رجع الخدیو لمصرہ

یعنی: بادشاہ نصرت و کامیابی کا پیش خیمہ بن کر واپس آیا۔

اس کی آمد سے زمانہ کا چہرہ چمک اٹھا۔

محل میں نزول سے وطنِ مصر کو مسرور ہو جانا چاہیئے۔

ان کی واپسی کی تاریخ یہ مشہور ہے: رجع الخدیو لمصرہ ۱۲۸۹ھ۔

بارودی نے ظاہری لحاظ سے جس طرح قدیم شعراء کی تقلید کی ہے اسی طرح معنوی لحاظ سے بھی انھوں نے پرانی شاعری کو پیش نظر رکھا ہے، نئے مفہوم ان کے یہاں کم ملتے ہیں، غزل کا شعر ہے ؎

طربت وعادتنی المخیلۃ والسکر واصبحت لایلوی بشیمتی الزجر

کانی مخمور سرت بلسانہ معتقۃ مما یضن بھا التجر

یعنی: حالت سرور میں ماضی کی یاد اور مدہوشی لوٹ آتی ہے، پھر مجھے تنبیہ و ملامت کی پرواہ نہیں ہوتی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں ایسے مدہوش کی مانند ہوں جسے پرانی اور قیمتی شراب پلادی گئی ہو۔
اسی مفہوم کو ابونواس نے اس طرح بیان کیا ہے ؎

حامل الھوی تعب یستخفہ الطرب
ان بکی یحق لہ لیس ما بہ لعب

یعنی: عاشق دردمند ہے، طرب اس کے غم کا بوجھ ہلکا کرتا ہے۔
اگر روئے تو حق بجانب ہے، اس کا مرض کھیل نہیں ہے۔

مذکورہ قصیدہ میں دو شعر ہیں جن کا مضمون جاہلی شاعر طرفۃ بن العبد سے ماخوذ ہے، بارودی کہتے ہیں ؎

لعمرک ما حی وان طال سیرہ یعد طلیقا والمنون لہ اسر
وما ھذہ الایام الا منازل یحل بہا سفر ویترکہا سفر

یعنی: بلاشبہ کوئی انسان آزاد نہیں تصور کیا جاسکتا کیونکہ موت کا پھندا اس کے گلے میں ہے۔
دنیا کے شب و روز کی مثال سرائے کی ہے جہاں مسافر آتے اور جاتے رہتے ہیں۔

اسی مضمون کو طرفۃ نے یوں ادا کیا ہے ؎

لعمرک ان الموت ما اخطا الفتی لکالطول المرخی وثنیاہ بالید

یعنی: بلاشبہ آدمی موت سے بچ نہیں سکتا، جیسے لٹکتی ہوئی رسی جس کا سرا ہاتھ میں ہو۔

بارودی کے مقابلہ میں طرفۃ کا یہی ایک شعر زیادہ ٹھوس اور خوبصورت ہے کیونکہ طرفۃ نے انسان کو ایسی مقید شئی سے تشبیہ دی ہے جس کی رسی موت کے ہاتھ میں ہے، وہ اسے جب چاہے اپنی طرف کھینچ لے اور زندگی کا سلسلہ منقطع ہوجائے۔ بارودی نے ایام کو منازل سے اور انسان کو مسافر سے تشبیہ دی ہے، اس قسم کی تشبیہ احادیث نبویہ اور واعظین کے اقوال میں بکثرت ملتی ہے۔

تقلید و تتبع کی ان مثالوں کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بارودی کی شاعری نئے مفہوم و معانی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے خالی ہے، یہ حکم اکثریت کے پیش نظر لگایا گیا ہے ورنہ ان کی شاعری میں جدت کے ایسے نمونے بھی موجود ہیں جن میں ان کی شاعرانہ شخصیت اور ان کا فن بالکل نمایاں ہے۔ اپنے احساس وشعور اور مشاہدات کو قلمبند کرتے ہوئے انھوں نے بہت سے ایسے خیال بھی پیش کئے ہیں جن میں ان کی حیثیت مقلد کے بجائے ایک صاحب طرز شاعر کی ہے[۱]۔

بارودی کی شاعری کے تجدیدی گوشوں کا تذکرہ ہم ذیل میں پیش کر رہے ہیں:

بارودی کی شاعری کے تجدیدی پہلو

وصف نگاری یہ وصف عربی شاعری میں قدیم ہے، جاہلی دور سے لیکر آج تک ہر شاعر نے کم وبیش اس صنف پر طبع آزمائی کی ہے، لیکن بارودی نے اس پر مستقل نظمیں لکھی ہیں اور صرف ضمنی طور پر وصف نگاری پر اکتفا نہیں کیا ہے، فطری، احساس کی تیزی اور شاعرانہ طبیعت نے انھیں منظر نگاری پر مجبور کیا اور ان کی زبان سے ایسے اشعار نکلے جنھیں فن منظر نگاری کا بہترین نمونہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

منظر نگاری پر جن شعرا نے توجہ دی ہے ان میں بارودی کا مقام بہت ممتاز ہے، اس صنف میں ان کے اشعار عربی ادب کا قابل فخر سرمایہ اور آئندہ نسل کے لئے بہترین نمونہ بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

برسات کی رات میں بجلی کی چمک، ہوا کے تیز جھونکوں کی سنسناہٹ، بارش کے تسلسل اور رات کی بھیانک تاریکی کا منظر یوں کھینچا ہے ؎

ولیلة ذات تهتان واندیة   کانما البرق فیها صارم سلط
لف الغمام اقاصیها ببردته   وانهل فی جریتها وابل سبط

---

[۱] عمر الدسوقی: فی الادب الحدیث ج ۱ ص ۱۹۰،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بهماء لا يهتدى السارى بكوكبها — من الغمام و لا يبدو بها نمط

يكاد يجهل فيها القوم امرهم — لولا صهيل جياد الخيل واللغط

كانما البرق سوط والحيا نجب — يلوح فى جسمها من مسه حبط

یعنی: تاریک بھیگی رات میں بجلی تلوار کی طرح کوندتی ہے۔

بدلی نے اپنی چادر میں اسے پوری طرح لپیٹ لیا اور اس کے دونوں کنارے تیز اور موسلا دھار بارش ہوئی۔

رات تاریک ہے، چلنے والا گھٹاؤں کے سبب تاروں کی روشنی سے بھی محروم ہے اور راستہ دکھائی نہیں دیتا۔

گھوڑوں کی ہنہناہٹ اور شور وغوغا نہ ہو تو لوگ کچھ نہ سمجھیں گے

بجلی کوڑے کی مانند اور بارش گھوڑوں جیسی ہے جن کے جسم کوڑا پڑنے سے نشاندار ہو گئے ہیں۔

موسم بہار میں مصر کے دیہات اور وہاں کے سرسبز و شاداب مناظر کا نقشہ کھینچتے ہوئے لکھا ہے ؎

عم الحيا واستنت الجداول — وفاضت الغدران والمناهل

وازينت بنورها الخمائل — وغردت فى ايكها البلابل

وشمل البقاع خير شامل — نصفحة الارض نبات خائل

یعنی: بارش کا زمانہ آیا، نالیاں بہنے لگیں، تالاب اور چشمے ابل پڑے۔

درخت کلیوں سے آراستہ ہو گئے اور ان کی شاخ پر بلبل گانے لگی۔

ہر طرف خیر و برکت کے آثار نمایاں ہیں، روئے زمین پر ہریالی ہی ہریالی ہے۔

بارودی نے اس قصیدہ میں نہایت سادگی اور ایجاز کے ساتھ دیہات کے مناظر کی تصویر کشی کی ہے، مفہوم واضح اور تشبیہات تکلف سے پاک ہیں، تخیل میں کسی طرح کی تعقید یا پیچیدگی نہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پائی جاتی۔

وصف نگاری میں بارودی کا کمال اور دقت پسندی صرف فطری مناظر کی تصویر کشی تک محدود نہیں ہے، بلکہ انھوں نے انسان کی قلمی تصویر پیش کرتے ہوئے بھی اپنے فنی کمال کا ثبوت دیا ہے۔ ایک مصور اپنی تصویر کے ذریعہ آدمی کے خدوخال کو واضح کرسکتا ہے لیکن اس کی نفسانی کیفیت اور دلوں کے خیالات کی ترجمانی تصویر سے نہیں ہوسکتی۔ بارودی جب روسیوں سے جنگ کے لئے مصر کے فوجی دستے کے ساتھ وہاں پہونچے اور بلغاریوں سے سابقہ پڑا تو ان کی قلمی تصویر ان الفاظ میں پیش کی ہے

بلاد بہا ما بالجحیم، وانما	مکان اللظی ثلج بہا وجلید
تجمعت البلغار والروم بینہا	وزاحمہا التاتار، فہی حشود
اذا راطنوا بعضا سمعت لصوتہم	ہدیدا تکاد الأرض منہ تمید
تباح النواصی والوجوہ کأنہم	لغیر أبی ہذا الانام جنود
لہم صور لیست وجوہا وانما	تناط الیہا اعین وخدود
یخورون حولی کالعجول، وبعضہم	یہجن لحن القول حین یجید

یعنی: یہ ملک جہنم کا نمونہ ہے، البتہ یہاں شعلوں کی جگہ اولہ اور برف ہے۔

یہاں بلغاری، رومی اور تاتاری سب جمع ہیں۔

جب یہ عجمی زبان میں باتیں کرتے ہیں تو ان کی آواز سے زمین دہلتی معلوم ہوتی ہے۔

بدصورتی کی وجہ سے گمان ہوتا ہے کہ آدم کی اولاد نہیں ہیں۔

ان کی شکل سے چہرے کا پتہ نہیں چلتا صرف آنکھ اور رخسار نظر آتے ہیں۔

بیل کی طرح آواز نکالتے ہیں، عربی بولتے ہیں تو ضرور غلطی کرتے ہیں۔

مصر کے مشہور آثار قدیمہ کے بارے میں بھی بارودی نے اشعار کہے ہیں، اور بعد کے شعراء کے لئے اپنی کوششوں سے راستہ ہموار کیا ہے، "اہرام جیزہ" کے بارے میں لکھا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سل الجیزۃ الفیحاء عن ھرمی مصر لعلک تدری غیب مالم تکن تدری
بناء ان ردا صولۃ الدھر عنھما ومن عجب ان یغلبا صولۃ الدھر
اقاما علی رغم الخطوب لیشھدا لبانیھما بین البریۃ بالفخر
نکم امم فی الدھر بادت واعصر خلت، وھما اعجوبۃ الفکر

یعنی: "جیزہ" کے علاقہ سے "اہرام مصر" کے بارے میں دریافت کرو تاکہ تمھیں نامعلوم امر کا راز معلوم ہو۔

ان دونوں عمارتوں نے زمانہ کی سطوت کا رخ پھیر دیا، تعجب ہے کہ کیسے زمانہ پر غالب آگئے۔
اپنے بانیوں کے لئے فخر کی گواہی اور ان کا فضل ثابت کرنے کے لئے حوادث زمانہ کے باوجود اب تک باقی ہیں۔
دنیا میں بہت سی قومیں اور مختلف ادوار آئے لیکن یہ دونوں عمارتیں فکر و نظر کے لئے اعجوبہ بن کر کھڑی ہیں۔

سیاسی شاعری | بارودی کی سیاسی شاعری میں بھی ان کی شخصیت پوری طرح نمایاں ہے، اس قدیم صنف سخن کو انھوں نے اپنی ذہانت اور فطری استعداد سے ایک نیا رنگ عطا کیا، انھیں ظلم و تعدی سے نفرت، عدل و انصاف، مساوات اور شورائی نظام حکومت سے محبت تھی جس کا اظہار انھوں نے سیاسی اشعار میں کیا ہے۔ اس طرح کے اشعار نے عوام میں ان کی مقبولیت کو چار چاند لگا دیئے اور وہ ایک مخلص اور سچے رہنما کی حیثیت سے معروف ہوئے۔

بارودی کے سیاسی اشعار میں ظلم و تعدی کے خلاف نفرت کا جو اظہار کیا گیا تھا اور موجودہ نظام حکومت پر جس طرح کڑی نکتہ چینی کی گئی تھی اس کے متوقع نتائج سے بچنے کے لئے ارباب حل وعقد نے انھیں جلا وطن کر دیا، لیکن بارودی کی انقلاب پسند طبیعت پر اس جلا وطنی کا کوئی اثر نہیں ہوا بلکہ وہ برابر اس طرح کے اشعار کہتے رہے، جب تک ان کا یہ رویہ باقی رہا حکام نے انھیں جلا وطن رکھا، پھر جب ان کا سیاسی جوش ٹھنڈا ہوا اور اشعار کی انقلابی دعوت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مدھم پڑی تو انھیں وطن واپس آنے کی اجازت دی گئی۔

بارودی کے عزائم انتہائی بلند تھے، وہ اسلاف کی عظمت وریاست کے حصول کے متمنی تھے اوراس سلسلہ میں انھیں اپنی فکر ودانش اور فراست وتدبر پر یقین تھا لیکن ان کی یہ خواہش پوری نہ ہوسکی، اس راہ میں ان کے سامنے مشکلات ومصائب کے پہاڑ کھڑے تھے مگر اس کے باوجود ان کے عزائم میں کسی طرح کا کوئی فتور نہیں پیدا ہوا۔ کہتے ہیں ؎

ویلاہ من حاجۃ فی النفس ھام بھا   قلبی، وقصر عن ادراکھا باعی

اسعی لھا وھی منی غیر دانیۃ   وکیف یبلغ شأو الکوکب الساعی؟

یعنی: نفس کی اس خواہش پر افسوس ہوتا ہے جس پر دل فریفتہ ہے اور اس کے حصول کی طاقت نہیں۔

میں اپنے مقصد کے لئے کوشاں ہوں لیکن وہ مجھ سے دور ہے، ستارہ کی بلندی اور مقام کی کوشش کرنے والا کیسے پاسکتا ہے؟

سیاسی عزت واقتدار کے حصول کی راہ میں پیش آنے والی مشکلات کا انھیں خود اعتراف ہے، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر یہ دشواریاں پیش نہ آتیں تو ان کا مدعا حاصل ہوجاتا ؎

وانی امرؤ لولا العوائق اذعنت   لسطوتہ البدو والمغیرۃ والحضر

یعنی: میں ایسا انسان ہوں کہ اگر رکاوٹیں نہ ہوتیں تو میرے دبدبہ کے سامنے دیہاتی وشہری سب سر جھکاتے۔

ایک شریف اور بہادر انسان کی طرح بارودی کو ظلم سے نفرت اور آزادی وانصاف سے عشق تھا، ان کے ماحول وخاندان اور فوجی تربیت سے اس جذبہ کو جلا ملی تھی، عربی زبان کی فخریہ وبہادرانہ شاعری کا گہرا مطالعہ کرنے سے بارودی کی طبیعت کا جوش اور زیادہ ابھر گیا تھا، ظلم کے خلاف آواز بلند کرنے میں پیش آنے والے خطرات سے سہم کر وہ خاموشی پر موت کو ترجیح دیتے ہیں ؎

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دع الذل فی الدنیا لمن خاف حتفه　　فللموت خیر من حیاة علی اذی

یعنی: دنیا کی ذلت موت سے ڈرنے والے کا حصہ ہے، ذلت برداشت کر کے جینے سے موت بہتر ہے۔

بارودی کے زمانہ میں انقلاب کی جو تحریک چل رہی تھی اس کی حمایت پر عوام کو ابھارتے ہوئے کہتے ہیں ؎

فیا قوم هبوا انما العمر فرصة　　وفی الدهر طرق جمة ومنافع

اصبرا علی مس الهوان وانتم　　عدید الحصی؟ انی الی الله راجع

وکیف ترون الذل دار اقامة　　وذلک فضل الله فی الارض واسع

یعنی: اے قوم کے لوگو! کھڑے ہو جاؤ یہ زندگی ایک موقع ہے، دنیا میں وسائل ومنافع بکثرت ہیں۔ اگر تم اپنی کثیر تعداد کے باوجود ذلت گوارا کر لو تو یہ انا للہ پڑھنے کا مقام ہے۔ ذلت وتوہین میں زندگی بسر کرنے پر تم کیوں تیار ہو جبکہ زمین میں ہر جگہ اللہ کا فضل اور رزق موجود ہے۔

لیکن یہ انقلاب جب ناکام ہو گیا تو بارودی کو لوگوں کے رویے پر شدید رنج ہوا کیونکہ آپس کا اختلاف اور کوتاہ اندیشی ہی تحریک انقلاب کی ناکامی کا سبب تھی۔ تحریک انقلاب کی زعامت لوگوں کی کوتاہ بینی اور انقلاب کی ناکامی پر اپنی برارت کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں ؎

دعونی الی الجلی فقمت مبادرا　　وانی الی امثال تلک لسابق

فلما استمر الجد ساقوا حمولهم　　الی حیث لم یبلغه حار وسائق

فلا رحم الله امرأ باع دینه　　بدنیا سواه، وهو للحق رامق

علی اننی حذرتهم غب امرهم　　والله تهم لو کان یفقه مائق

فظنوا بقولی غیر ما فی یقینه　　علی اننی فی کل ما قلت صادق

فتبا لهم من معشر لیس فیهم　　رشید ولا منهم خلیل یصادق

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فیا لیتنی راجعت حلمی و لم اکن زعیما و عاقتنی لذاک العوائق

وقد اقسموا ان لا یزولوا فما بدا سنا الفجر الا والنساء طوالق

یعنی: لوگوں نے مجھے ایک عظیم الشان امر کی دعوت دی، میں نے ان کی آواز پر لبیک کہا، اس طرح کے کام میں سبقت میری خصوصیت ہے۔

جب کوشش کا سلسلہ شروع ہوا تو انھوں نے اپنی سواری کا رخ انجان راستے کی طرف موڑ دیا۔

اللہ ایسے آدمی پر رحم نہ کرے جس نے حق دشمنی میں دین کو دنیا کے عوض فروخت کر دیا۔

میں نے انھیں انجام سے باخبر کر دیا تھا اور تنبیہ کر دی تھی، کاش احمق لوگ سمجھتے!

میری بات کا انھیں یقین نہ آیا حالانکہ میں نے جو کہا تھا سچ تھا۔

ایسی جماعت کا برا ہو جس میں کوئی سمجھدار اور دوستی کے قابل نہیں۔

کاش میں سوچ لیتا اور ایسے لوگوں کی زعامت قبول نہ کرتا یا مجھے اس کام سے کوئی چیز روک دیتی!

انھوں نے ثابت قدم رہنے کی قسم کھائی تھی لیکن صبح ہونے سے قبل عورتیں مطلقہ ہو گئیں یعنی انھوں نے قسم توڑ دی۔

ان سیاسی اشعار کی تخلیق، آبائی عزت وجاہ کی تمنا اور انقلاب آفرینی کے سبب بارودی جلاوطن بھی ہوئے لیکن نئے سیاسی طرز کی شاعری کو انھوں نے ترک نہیں کیا، ان کے اس طرح کے اشعار عربی شاعری میں ایک نئی حیثیت کے حامل ہیں۔ متنبی نے اس سے پہلے حکام پر تنقید کی تھی اور حکومت و اقتدار کے حصول کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا لیکن اس کے اشعار میں اشارے اور تلمیحات زیادہ ہیں، زمانہ کو اس نے اپنی ملامت کا ہدف بنایا مگر اس کے اشعار میں بارودی جیسا رنگ نہیں ہے، بارودی نے اپنے لئے اقتدار کی طلب کے ساتھ ہی قوم کے لئے آزادی، عدل، مساوات اور راحت کی زندگی کا مطالبہ بھی کیا ہے۔

ہجوگوئی | اس صنف سخن کے دو پہلو ہیں: کبھی تو شاعر کسی خاص آدمی کی مذمت کرتے ہوئے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسے اپنے اشعار کا موضوع بناتا ہے، اسے "ذاتی ہجو" سے تعبیر کرتے ہیں۔ اکثر عرب شعراء نے اسی صنف کو اختیار کیا ہے۔ اور کبھی شاعر کسی ساجی خرابی اور معاشرہ کے بگاڑ یا غلط نظام حکومت پر تنقید کرتا ہے، اسے "ساجی ہجو" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس نوعیت کے اشعار کا بنیادی مقصد سماج کی اصلاح ہوتی ہے۔

ایک شاعر کو عالمی حیثیت اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب وہ ساجی ہجو کے ذریعہ غلط رسم و رواج پر تنقید کرتا ہے، یورپ کے اکثر شعراء نے اسی طرح معاشرہ کی برائیوں اور غلط نظام حکومت پر نکتہ چینی کی ہے۔

بارودی کی شاعری میں مذکورہ بالا دونوں قسم کے اشعار پائے جاتے ہیں لیکن ساجی ہجو کے اشعار زیادہ ہیں، انھوں نے بیشتر اشعار میں لوگوں کے ظلم و بیوفائی اور خود غرضی و نفاق کا رونا رویا ہے اور ان برائیوں کو دور کرنے کی کوشش کی ہے جن میں ان کے دور کے اکثر لوگ مبتلا تھے۔ معاشرہ کی برائیوں پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے ایک قصیدہ میں کہا ہے ؎

بئس العشیر و بئست مصر من بلد ۔۔۔ اضحت مناخا لأھل الزور والخطل

ارض تأثل فیھا الظلم وانقذفت ۔۔۔ صواعق الغدر بین السھل والجبل

یعنی: مصر کے لوگ اور یہ شہر برا ہے، جھوٹے اور فریب کار لوگوں کا اڈہ ہے۔
ظلم اس سرزمین میں جڑ پکڑ چکا ہے اور ہر جگہ بیوفائی کی بجلیاں کوندرہی ہیں۔

زمانہ کی مذمت اور معاصرین کی تلون مزاجی و بیوفائی پر افسوس ظاہر کرتے ہوئے کہتے ہیں

انا فی زمان غادر و معاشر ۔۔۔ یتلونون تلون الحرباء

اعداء غیب لیس یسلم صاحب ۔۔۔ منھم، واخوۃ محضر و رخاء

اقبح بھم قوما بلوت اخاءھم ۔۔۔ فبلوت اقبح ذمۃ و اخاء

قد اصبحوا للدھر سبۃ ناقم ۔۔۔ فی کل مصدر محنۃ و بلاء

واشد ما یلقی الفتی فی دھرہ ۔۔۔ فقد الکرام و صحبۃ اللؤماء

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یعنی: میں بے وفا زمانہ اور ایسی جماعت کے درمیان ہوں جو گرگٹ کی طرح رنگ بدلتی ہے۔
پیٹھ پیچھے دشمنی کرتے ہیں، ان کے شر سے کسی کو نجات نہیں، سامنے آتے ہیں یا خوشحالی دیکھتے ہیں تو بھائی بن جاتے ہیں۔
بڑی بری قوم ہے، میں نے ان کی اخوت کو آزمایا تو کھوٹے ثابت ہوئے۔
ہر مصیبت و آزمائش کے موقع پر یہ باعث عار بن جاتے ہیں۔
ایک معقول آدمی کے لئے شرفار کی غیر موجودگی اور کمینے لوگوں کی مصاحبت بڑی صبر آزما چیز ہے۔

بارودی نے ان اشعار میں اپنے کسی مخصوص دشمن کو ہدف ملامت نہیں بنایا ہے بلکہ معاشرہ اور سماج میں پھیلی ہوئی برائیوں پر غصہ و ناراضگی کا اظہار کیا ہے۔
ذاتی و شخصی ہجو میں آپ کے یہ اشعار بطور نمونہ پیش کئے جاتے ہیں ؎

ان ملکا فیہ ریاض وزیر — لمباح للخنا ئنین وبل
اھوج احمق شتیم لئیم — اغتم ابلہ زنیم عتل
صغرت راسہ وافرط فی الطو — ل شواء وعنقہ فھو صعل
ابرزت قدرۃ الطبیعۃ فیہ — شکل لؤم ان کان للؤم شکل
کن کما شئت ریاض وما شا — ءت رجال فانت للؤم أھل
لیس تغنی الالقاب عن کرم الأصـ — ـل فمجد الفتی عفاف وعقل

یعنی: جس حکومت میں ریاض جیسا آدمی وزیر ہو وہ حکومت خیانت کاروں کا لقمۂ تر ہے۔
وہ ناعاقبت اندیش، احمق، بدصورت، کمینہ، غلط بیان، کند ذہن اور بد اخلاق ہے۔
سر چھوٹا، بے انتہا لمبا قد، بدشکل اور کوتاہ گردن ہے۔
قدرت نے اس کے ذریعہ کمینہ پن کا سراپا پیش کیا ہے اگر اس کا کوئی سراپا ہوسکتا ہے۔
ریاض! جیسے چاہو رہو لیکن ہر حال میں کمینگی تمہارے ساتھ رہے گی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

القاب سے بزرگی نہیں ملتی، بلکہ شرافت، پاکدامنی اور دانائی سے حاصل ہوتی ہے۔

بارودی کے دیوان میں ہجویہ اشعار زیادہ نہیں ہیں کیونکہ آپ کو اس صنف سے زیادہ دلچسپی نہیں تھی، لیکن حالات اور زمانہ سے مجبور ہو کر آپ نے اس صنف کو ہاتھ لگایا اور ان اشعار میں ہمیشہ تعمیری و اصلاحی پہلو کو پیش نظر رکھا، بارودی کے اس قسم کے اشعار میں کچھ تجدیدی پہلو کی بھی جھلک ہے، انھوں نے اپنے دور کے لوگوں کی تصویر مخصوص انداز میں پیش کی ہے اور اس سلسلہ میں کسی طرح کی خوشامد اور نفاق کا پہلو نہیں پیدا ہونے دیا۔

مرثیہ | بارودی نے مرثیہ صرف انھیں لوگوں کا لکھا ہے جن سے ان کا قلبی تعلق اور مخلصانہ لگاؤ تھا، اسی لئے آپ کے مرثیوں میں سچے جذبات صاف طور پر ظاہر ہیں، آپ نے زمانہ کا شکوہ کیا ہے، مرنے والے کے محاسن گنائے ہیں اور پرانے شعراء کی طرح میت کے لئے دعاء خیر کی ہے آپ نے اکثر مرثیے جلاوطنی میں لکھے ہیں اسی لئے ان میں سوز و حسرت کا بھرپور اظہار ہوا ہے۔ اپنے بیٹے کی موت پر جو مرثیہ لکھا ہے اس کے چند اشعار یہ ہیں ؎

کیف طوتک المنون یا ولدی؟   وکیف اودعتک الثری بیدی؟

واکبدی، یا علی بعدک لو   کانت تبل الغلیل واکبدی!!

کم لیلۃ فیک لا صباح لہا   سہرتہا باکیا بلا مدد ،،

ماکنت ادری اذکنت اخشی علیک   العین ان الحمام بالرصد

یعنی: موت نے کیسے تمھیں اپنی لپیٹ میں لے لیا، اور کس طرح میں نے تمھیں اپنے ہاتھ سے سپرد خاک کیا؟

میرے لخت جگر! تیری جدائی پر افسوس! کاش میرا غم دور ہو میرے لخت جگر!

بہت سی طویل راتیں میں نے تیرے غم میں رو کر گذارتی ہیں جبکہ میرا کوئی مونس و غمخوار بھی نہیں تھا۔

میں تمھیں نظر بد سے بچاتا تھا لیکن یہ نہ معلوم تھا کہ موت تمھاری گھات میں لگی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لنکا میں آپ جلاوطنی کی زندگی گذار رہے تھے، وہیں پر رفیقۂ حیات کی موت کی خبر ملی جس سے آپ سخت متاثر ہوئے اور ایک دردناک مرثیہ لکھا، مرثیہ کا پہلا شعر یہ ہے ؎

ایہ المنون قدحت ای زناد واطرت ایۃ شعلۃ بفؤادی

یعنی: موت! تونے کیسی آگ لگا دی، اور کتنا زبردست شعلہ میرے دل میں بھڑکا دیا

عرب شعراء نے اپنی بیویوں کے مرثیے بہت کم لکھے ہیں، اس لئے آپ کے اس مرثیہ کو عربی ادب میں خاص اہمیت ہے۔ اس مرثیہ میں آپ نے بیوی کی وفاداری، محبت اور اس کے بارے میں اپنے جذبات کی بہت صحیح ترجمانی کی ہے۔

زہد و پرہیز گاری | بارودی کی طبیعت تحصیل ملک وجاہ اور دنیاوی نعمتوں سے لطف اندوزی کی طرف مائل تھی، ایسی صورت میں زہد کی طرف ان کے میلان کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا، لیکن اس مقصد میں ایک طرح کی ناکامی اور جلاوطنی کی وجہ سے وہ گویا زہد اور دنیا سے بے تعلقی پر مجبور ہو گئے، جب ان کے دل پر یاس وناامیدی کا غلبہ ہو جاتا تھا تو وہ دنیا کی زندگی سے دل برداشتہ ہو کر موت کا تذکرہ کرتے اور عمل صالح کی طرف رغبت اور جہالت ونادانی کی باتوں سے نفرت کا اظہار کرتے تھے۔ گذرے ہوئے بادشاہوں کے تذکرے، ان کی شان وشوکت اور دنیا سے بے بسی کے ساتھ ان کا کوچ اور اس طرح کے دوسرے مضامین ان کے زاہدانہ اشعار میں ملتے ہیں۔ ان کے اس قسم کے اشعار انہیں ابوالعتاہیۃ، صالح بن عبدالقدوس وغیرہ جیسے شعراء کی صف میں کھڑا کر دیتے ہیں، کہتے ہیں ؎

کل حی سیموت لیس فی الدنیا ثبوت

حرکات سوف تفنی ثم یتلوھا خفوت

وکلام لیس یحلو بعدہ الا السکوت

ایھا الساد رقل لی این ذاک الجبروت

نالت التیجان عنھم وخلت تلک التخوت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یعنی: ہر زندہ شخص ضرور مرے گا۔ کیونکہ دنیا بے ثبات ہے۔

تگ و دو ختم ہو جائے گی پھر سکون ہو جائے گا۔

ایسا کلام ہوگا جس کے بعد خاموشی ہی اچھی معلوم ہوگی۔

اے مدہوش ومتکبر! بتا وہ جبروت وجلال کہاں گیا؟

تخت وتاج سب ختم ہو گئے، ان کا آج کوئی نشان بھی باقی نہیں رہا۔

حِکَم | بارودی کے اشعار میں حکمت و دانائی کی باتیں بکثرت ہیں، دیوان میں ایسے اشعار معتدبہ مقدار میں موجود ہیں، متقدمین ہی کے خیالات کو انھوں نے اپنے پرشکوہ اسلوب میں پیش کیا ہے، آپ کے بہت سے اشعار تو ضرب المثل بن گئے ہیں۔ چند اشعار پیش کئے جاتے ہیں ؎

ومن تکن العلیاء ہمۃ نفسہ فکل الذی یلقاہ فیہا محبب

یعنی: بلندی کے طالب کے لئے اس راہ کی تمام دشواریاں خوشگوار معلوم ہوتی ہیں

وقلیلا ما یصلح المرء للجد اذا کان ساقط الأجداد

یعنی: آدمی اگر عالی نسب نہ ہو تو کوشش سے اس کا نیک بخت ہو جانا مشکل ہے۔

والدھر کالبحر لا ینفک ذا کدر وانما صفوۃ بین الوری لمع

یعنی: زمانہ سمندر کی طرح ہمیشہ گدلا رہتا ہے، اس کی صفائی و سازگاری گاہے گاہے ہوتی ہے۔

حرفِ آخر | یہ تھا بارودی کی شاعری کا مختصر جائزہ، ہم نے اس مقالہ میں شاعر کے فن پر تفصیل سے گفتگو نہیں کی ہے لیکن اس کے باوجود اشعار کا جو نمونہ پیش کیا گیا ہے ان سے آپ بارودی کی فنی حیثیت اور ان کے زورِ کلام کا اندازہ کر سکتے ہیں، جدید عربی شاعری آپ ہی کی مرہونِ منت ہے، موجودہ زمانہ کے شعراء نے آپ ہی کے نقش قدم پر چل کر اپنے ماحول و زمانہ کی ترجمانی کی ہے۔

بارودی سے بالواسطہ تو بعد کے تمام ہی شعراء نے استفادہ کیا لیکن ان میں خصوصیت سے کچھ نام قابل ذکر ہیں: شوقی، حافظ، رافعی، صبری، عبدالمطلب، جارم، کاظمی، رصافی، احمد محرم، کاشف، نسیم، زین وغیرہ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بارودی کی شاعری پر تقلیدی رنگ غالب تھا، آپ ہی کے دور میں شاعری میں ایک نئے اسکول کی بنیاد پڑ چکی تھی جس کی رہنمائی مطران، شکری، مازنی، ابوشادی اور عقاد کر رہے تھے، لیکن اس کے باوجود مصر اور دوسرے عرب ممالک کے بہت سے شعراء اسلوب وخیالات میں بارودی ہی کے اسکول کو ترجیح دیتے تھے۔

بارودی کے فخر کے لئے صرف یہ کافی ہے کہ انھوں نے عربی شاعری کو ایک نئی زندگی عطا کی۔ ان کی تقلید بھی تجدید کے مرادف ہے۔ ڈاکٹر ہیکل کا بیان ہے:

"بارودی کا ہر شعر حتیٰ کہ تقلیدی اشعار بھی ان کی تجدید کا نمونہ ہیں[1]۔" "انتہیٰ"

---

[1] عمر الدسوقی: فی الادب الحدیث ج ۱، ص ۲۳۸

حیات ذاکر حسین

مولفہ: خورشید مصطفٰے صاحب رضوی

صدر جمہوریۂ ہند جناب ذاکر حسین خاں کی خدمت علم اور ایثار و قربانی سے بھرپور زندگی کی کہانی جس پر پروفیسر رشید احمد صاحب صدیقی نے پیش لفظ تحریر فرمایا اور اس کتاب کو قابل رشک و تحسین قرار دیا ہے۔ یہ کتاب متعدد انگریزی، اردو کی کتابوں، ملکی اور غیر ملکی رسائل واخبارات کی چھان بین کے بعد قلم بند کی گئی ہے۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی تاریخ کے اہم دور یعنی ذاکر صاحب کے زمانہ کے حالات وواقعات سے مستند ترین حوالوں اور خود ذاکر صاحب سے متعدد ملاقاتوں کی روشنی میں پہلی بار پردہ اٹھایا گیا ہے۔ کتابت طباعت اور کاغذ بہتر۔ سائز $\frac{20\times30}{16}$ عمدہ پارچہ کی جلد۔ قیمت آٹھ روپے

مکتبہ برہان، اردو بازار، جامع مسجد دہلی ۶

© rasailojaraid.com